یگانہ: ایک تنوع پسند شاعر

پروفیسر آفتاب احمد آفاقی

صدر شعبۂ اردو، بنارس ہندو یونیورسٹی، وارانسی (یوپی)، موبائل:9450527733

شاعر یاسؔ و یگانہ چنگیزی کا ذکر جوں ہی حرف لب آتا ہے بحیثیت شاعر ان کی شخصیت ''غالب شکن'' اور ''شہرت کا ذبہ'' کے ہنگاموں کی نذر ہوکر رہ جاتی ہے۔ یگانہؔ کے تعلق سے بے توجہی کی متعدد وجوہات ہوسکتی ہیں۔ ان میں جہاں ناقدین کا جانبدارانہ رویّہ ہے تو وہیں ان کے ذاتی کردار، آمرانہ مزاج اور لکھنؤ کے ادبی ماحول کا تصادم بھی اتنا ہی قصوروار ہے جہاں یگانہ بہ قول راہی معصوم رضا ''تنِ تنہا دیوار سے پیٹھ لگائے ایک ہاری ہوئی لڑائی میں مشغول رہے مگر ہار ماننے اور مایوس ہونے کو تیار نہیں۔'' کسی تخلیق کار کی شخصیت اور اس کی نگارشات سے عدم توجہی کے ضمن میں ہمارا رویہ عمومی طور پر غیر منطقی اور جذباتی واقع ہوا ہے۔ جس سے مغلوب ہوکر بعض افراد یا گروہ کی بنائی گئی متنازع شخصیت کے پسِ پردہ اس کے فکر و فن کو یکلخت نظرانداز ہی نہیں کرتے بلکہ قیمتی ادبی سرمایے کو ضائع کر دیتے ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں ان محرکات کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے جس کے باعث کسی شخص کے عادات و اطوار اور مزاج میں تبدیلی در آتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ احتساب بھی ضروری ہے کہ یاسؔ عظیم آبادی یگانہ چنگیزی بننے پر مجبور کیوں ہوئے؟ پھر کسی بھی فن کار اور اس کے فن کے تعین قدر کے تعلق سے یہ دعویٰ کم گمراہ کن نہیں جس کی رو سے قاری یا نقاد اپنی غیر جانب داری کا دعویٰ کرتا ہے۔ ہماری پسند ناپسند، توجہ یا بے توجہی کے اسباب و علل کا جواز کیا ہوتا ہے؟ ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ تنقید بیک وقت صرف مسئلوں کو حل نہیں کرتی بلکہ نئے مسئلے اور پیچیدگی کو جنم بھی دیتی ہے۔ یگانہ کے تعلق سے ہماری تنقید خاموش ہے یا تذکرے سے آگے نہیں بڑھتی۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ اردو کی جدید غزلیہ شاعری کو جن غزل گو نے اعتبار بخشا ان میں عزیز لکھنوی، یاسؔ عظیم آبادی اور فانیؔ بدایونی کے نام بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔ شعرا کی اس تثلیث میں یگانہؔ کی آواز نہ صرف الگ ہے بلکہ چونکاتی بھی ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ جدید اردو شاعری کے سیاق میں گفتگو کے دوران یگانہ بھی اس طرح سے حوالہ نہ بن سکے جس طرح حسرتؔ سے عزیزؔ لکھنوی تک چھوٹے بڑے شاعروں کو ناقدینِ ادب نے بنایا۔ معاملہ صرف عبدالقادر سروری (جدید اردو شاعری) اور عبدالسلام ندوی (شعر الہند)، ثاقبؔ، ماہرالقادری، شاہد دہلوی، عبدالماجد دریابادی، نیاز فتح پوری اور رشید احمد صدیقی جیسے ادبا و شعرا نے نظرانداز نہیں کیا بلکہ یوسف حسین خاں نے بھی ''اردو غزل'' کے پہلے ایڈیشن میں اور عبادت بریلوی نے بھی ''غزل اور مطالعۂ غزل'' میں یگانہ پر کوئی توجہ نہ دی۔ تنقید میں یہ رویہ کوئی نیا نہیں ہے۔ کسی ادیب یا شاعر کے تعلق سے معروف قلمکاروں نے جو مفروضات قائم کر دیے یا جو رائیں پیش کر دیں وہ ادبی دنیا میں نہ صرف مشتہر ہو جاتی ہیں بلکہ انھیں استناد کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ خواہ یہ رائیں بے بنیاد ہی کیوں نہ ہوں، وہ ادبی حواس کا حصہ بن جاتی ہیں۔ بلکہ اسی کی بنیاد پر جانچ، پرکھ اور محاسبے کے عمل کی روایت قائم ہو جاتی ہے۔ اردو تنقید کی اس روایت سے فائدہ کم نقصان زیادہ پہنچا ہے۔ قدما اور متاخرین ہی نہیں بلکہ معاصر ناقدین کی ذاتی پسند و ناپسند کے تحت گھڑے گئے بُتوں کو بھی تنقیدی نگارشات تصور کرنے پر مجبور ہو گئے۔

یگانہؔ عظیم آباد کی مردم خیز زمین پر شاعری کی نئی صلاحیت اور احساس و فکر کی ایک نئی قوت لے کر پیدا ہوئے تھے تاہم ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ان کے فکری برگ و بار جاگیرداری کے انحطاطی دور اور جنگ آزادی کی جدوجہد کے درمیان پروان چڑھے۔ اپنی وراثت کے لٹنے اور آزادی پر قدغن لگنے کی کسک سے اثر انداز ہونا ایک فطری امر ہے۔ اس کے باوجود یگانہؔ کے ابتدائی مجموعۂ کلام ''نشترِ یاس'' کے مطالعے سے کسی قسم کے تناقض یا جھنجھلاہٹ کی علامت ظاہر نہیں ہوتی۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ اپنے دور کے حالات سے بے خبر تھے اور انھیں اپنے اکابرین کے اثاثے کے زیاں کا ملال نہ تھا، بلکہ ایک باشعور اور حساس تخلیق کار بسا اوقات اپنے غموں پر خندہ لبی کی چادر تان دیتا ہے۔ یہ زہر پینے اور امرت اگلنے کا عمل ہے جو ہر کس و ناکس کا مقدر نہیں۔ یگانہ بیماری کے سبب کلکتے گئے اور پھر لکھنؤ آئے۔ بہ قول مجنوں گورکھپوری:

''یاسؔ کی زندگی میں پہلی بار پیکار اور تصادم کے آثار اس وقت ظاہر ہونا شروع ہوئے جب کہ ۱۹۱۳ء میں ان کی شادی لکھنؤ میں ہوئی۔ عظیم آباد کی ولدیت اور لکھنؤ کی دامادی کا میل یاسؔ کے حق میں ایک مستقل خطرہ بن گیا اور پھر ۱۹۱۴ء میں جب 'نشترِ یاس' لکھنؤ کے چند اساتذہ کی تقریظوں کے ساتھ شائع ہوا جس میں یاسؔ کو مسلم الثبوت سخنور قرار دیا گیا تھا، تو لکھنؤ کے تنگ ظرف شاعروں کے حلقے میں آگ لگ گئی۔ عزیزؔ و صفیؔ جیسے شاعروں نے یاسؔ کے خلاف ایک محاذ قائم کر لیا اور یاسؔ کی مخالفت بڑی شدت سے ہونے لگی۔ یہ مخالفت ادبی چشمک کی حد سے گزر کر گندی اور رکیک گالیوں تک پہنچ گئی۔ پھر ایک طرف یاسؔ یکہ و تنہا اور بے یار و مددگار تھے دوسری طرف ان کو ہر طرح کا آزار پہنچانے والوں کا پورا جرگہ تھا۔''

یگانہ اس لکھنؤ میں تھے جہاں علم و ادب کی محفلیں باقی تھیں، شعر و سخن کی داد و دہش کی روایتیں ابھی زندہ تھیں، لیکن یاروں نے یگانہؔ کو چنگیزی بنانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ عزیزؔ و صفیؔ و آرزوؔ نے یاسؔ کی شاعری اور زبان دانی کو معمولی قرار دیتے ہوئے یکسر خارج کر دیا۔ مخالفت کا یہ عالم تھا کہ لکھنؤ کے مشاعروں میں یگانہؔ کی جب بھی شمولیت ہوتی مخالف گروہوں کی سازش کے شکار ہونے لگے، ان کے کلام پر شور مچایا جانے لگا اور ان کا کلام نقار خانے میں طوطی کی آواز بن کے رہ جاتا۔ ظریف لکھنوی کی لکھی ہوئی نظمیں بازاروں میں تقسیم کی جانے لگیں، گویا ایک ایسا ماحول پیدا کیا گیا جس میں یگانہ بے یار و مددگار اور اکیلے تھے۔ ایک تو یگانہؔ خود تلون مزاج اور نبرد آزمائی کا میلان رکھتے تھے، اس پر مستزاد یہ کہ عزیزؔ اور صفیؔ جیسے شعرا اور ان کے گروہ کے رویے سے وہ اس قدر کبیدہ خاطر ہوئے کہ مزاج میں خشونت اور کلبیت شدت اختیار کر گئی اور یگانہ خود کو چنگیزی بنانے پر مجبور ہو گئے۔ اس ضمن میں یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

لکھنؤ کے فیض سے ہیں دو، دو سہرے زیبِ تن
اک تو استادِ یگانہ دوسرے داماد ہوں

زمانہ لاکھ گم ہوجائے خود اپنے اندھیرے میں
کوئی صاحب نظر اپنی طرف سے بدگماں کیوں ہو؟

محسوس کیا جا سکتا ہے کہ یگانہؔ پہلے شعر میں 'استادِ یگانہ' اور 'داماد' ہونے کو لکھنؤ کا فیض قرار دیتے ہیں۔ اس شعر میں اصلاً اپنی شاعری اور زبان دانی کے معیار کے تعلق سے اٹھنے والے سوال کا جواب ہے، جس کی رو سے ان کی شاعری اور زبان دانی بنیادی طور پر لکھنؤ کے گلی کوچوں کی ہی دین ہے، اس لیے ان کے اشعار اور زبان میں جو بھی نقص ہے وہ اصلاً لکھنؤ والوں کی وجہ سے ہے۔

جہاں تک یگانہؔ کی شاعری کے مضمرات و انسلاکات کا سوال ہے وہ بیسویں صدی کی غزل میں ایک نئی آواز بن کر ابھرے یہ آواز روایت کی پیروی کے پہلو بہ پہلو اس لحاظ سے روایت شکنی کرتی ہے کہ ان کے غزلیہ اشعار میں جنسی اور عشقیہ کیفیات کے بجائے زندگی کے تلخ حقائق کا تخلیقی اظہار ہے۔ ان کے یہاں تخیل مبہم تصوراتی خیالات کا بیان نہیں بلکہ انھوں نے غزل کو حقیقت سے ہم آہنگ کر کے پیش کرنے کا ایک ہنر اور وسیلہ تلاش کیا ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب اردو غزل میں شعرا سیاست، خمریات، تصوف اور غم کو خصوصی جگہ دے رہے تھے، اس وقت یگانہ نے اردو غزلیہ شاعری کے موضوعات میں ایک نوع کا تنوع اور جدت پیدا کی۔ یہ تنوع تغزل میں بھی موجود ہے اس اعتبار سے یگانہؔ کا شعری مجموعہ ''نشترِ یاس'' اردو غزل میں اضافے کا حکم رکھتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

چھوڑ کر جائیں کہاں اب اپنے ویرانے کو ہم
کون سی جا ہے، جہاں حکمِ خزاں جاری نہیں

دل کو حد سے سوا دھڑکنے نہ دیا
قالب میں روح کو پھڑکنے نہ دیا

کیا آگ تھی سینے میں، جسے فطرت نے
روشن تو کیا، مگر بھڑکنے نہ دیا

باز آ، ساحل پہ غوطے کھانے والے باز آ
ڈوب مرنے کا مزہ دریائے بے ساحل میں ہے

زمانہ پر نہ سہی، دل پہ اختیار رہے
دکھا وہ زور کہ دنیا میں یادگار رہے

یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ یگانہؔ زندگی بھر نامساعد حالات سے نبرد آزما رہے۔ دکھ اور غم مقدر رہا، لیکن ہار نہ مانی اور بازی پلٹنے میں مصروف رہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کی غزلوں میں بے چارگی اور بے بسی کا شائبہ تک نہیں ملتا۔ ان کے مطابق ہر انسان کو فنا ہونا ہے۔ موت کے خوف سے انسان کو گھبرانا نہیں چاہیے، بلکہ اپنے ارادوں کو مضبوط رکھ کر منزل کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ان کی شاعری کا موضوع خود پرستی ہے، لیکن کائنات کے دکھ درد پر محیط ہے۔ یگانہ نے حیات و کائنات اور قضا و قدر کے رشتوں کو اپنی غزل میں خوش اسلوبی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ان کی فکر میں، ان کی اپنی زندگی کے تجربات شامل ہیں۔ اسی لیے ان کی فکر میں

ایسے تضادات بھی ہیں، جو بدلتے ہوئے حالات یا کیفیت سے پیدا ہوجاتے ہیں۔ اسی لیے وہ کہیں جبر اور کہیں اختیار کی باتیں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

یہ نا ہمواری گر ہموار ہو جائے تو کیا کم ہے
زمیں سے جب نہیں فرصت ،تو فکر آسماں کیوں ہو

ذات میں اپنی کیا نہیں موجود
عشق سا زہر، عقل سا تریاق

کون ٹھہرے سمے کے دھارے پر
کوہ کیا، اور کیا خش و خاشاک

دنیا مری بلا سے خوش ہو کہ نہ ہو
میں اپنے سے خوش ہوں تو غم دنیا کیا

یگانہ نے جا بہ جا گفتگو صوفیوں کی اصطلاحوں اور محاوروں میں کی ہے۔ میر اور آتش کی پیروی میں ان سے اسی طرح کی امید تھی ،لیکن ان کے یہاں تصوف کی گرمی نہیں ملتی۔ ان کا فلسفہ وحدت الوجود غیر شخصی اور نا آشنائے عشق ہے، عقل کی گرفت بے حد مضبوط نظر آتی ہے۔ حالانکہ وہ دل کے ساتھ بھی چلے۔ یگانہ بحیثیت ایک انسان جینا چاہتے تھے۔ تمام تر انسانی خوبیوں اور خرابیوں کے ساتھ۔ وہ ایسے انسان کو پسند کرتے تھے، جس میں انس اور محبت کا جذبہ موجود ہو اور جو میل ملاپ کا خواہاں ہو۔ اس کے باوجود لوگوں نے انہیں تکلیفیں دینے کی کوشش کی۔ سماجی سطح پر ان کا بائیکاٹ کیا گیا اور ان کے خلاف علمی اور ادبی گروہ بنایا گیا۔ پھبتیاں کسی گئیں اور مختلف موقعوں پر ان کا مذاق اڑایا گیا۔ باوجود اس کے مایوس ہونے سے اپنے آپ کو بچائے رکھا۔ اس ضمن میں ان کے یہ خیالات ملاحظہ کیجیے:

''زندگی کے تلخ تجربوں سے دوچار ہونا اور بات ہے اور زندگی سے نبرد آزما ہونا اور بات ہے۔ میں کبھی زندگی سے بیزار نہیں ہوا۔ ہاں! دل جب تک زندہ ہے، زمانے کے سرد و گرم سے متاثر ہونا ایک قدرتی امر ہے، مگر اس کے لیے یہ لازم نہیں کہ تلخ تجربات سے نظریۂ حیات میں بھی تلخی پیدا ہو جائے اور انسان زندگی جیسی نعمت سے آزردہ ہو جائے۔''

کہہ سکتے ہیں کہ یگانہ اپنے ناموافق حالات اور زندگی کے سرد و گرم سے متاثر ہوئے ،لیکن زندگی جیسی نعمت سے کبھی آزردہ نہ ہوئے اور راہ فرار اختیار نہیں کی۔ مشکل حالات سے نبرد آزمائی کا یہ ہنر یگانہ کے بلند عزائم اور جرأت مندی کی عمدہ مثال ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ صفت ایک قدر کی حیثیت رکھتی ہے، جس پر یاس کی شاعری کی عمارت تعمیر ہوئی ہے:

نگاہ یاس سے ثابت ہے سعی لا حاصل
خدا کا ذکر کیا، بندۂ خدا نہ ملا

کیمیائے دل کیا ہے، خاک ہے ،مگر کیسی
لیجیے تو مہنگی ہے، بیچیے تو سستی ہے

میں قفس میں بھی کسی روز نہ خاموش رہا
کشمکش میں بھی طبیعت کا وہی جوش رہا

سایۂ دامن قاتل میں جو نیند آئی مجھے
پھر تو کروٹ بھی بدلنے کا نہ کچھ ہوش رہا

یگانہ کی غزل کا موضوع اخلاق انسانی ہے اور اس نسبت سے نیک و بد، جبر و قدر، سزا و خیر وغیرہ کے مسائل سامنے آتے ہیں، لیکن وہ ان سب مسائل کو انسانی رشتوں اور حسن تغزل کے ساتھ اپنی غزلوں میں برتتے ہیں۔ البتہ ان کا لب و لہجہ نرم اور شستہ نہیں بلکہ سخت گیر اور کہیں کہیں جارحانہ نظر آتا ہے۔ یگانہ کی طبیعت میں ایک طرح کی طرفگی اور بانکپن تھا، وہ اپنی ایک خاص روش پر زور دیتے تھے۔ ان کے یہاں لب و لہجہ کا ایک کھرا پن موجود ہے، جسے لکھنؤ کی روش کے تابع قرار نہیں دیا جا سکتا، بلکہ ان کی اپنی تخلیقی حسیت اور ذہن و فکر کا زائیدہ کہا جا سکتا ہے۔ یگانہ نے اپنی انفرادیت پر انانیت کی حد تک زور دیا۔ جس کی وجہ سے ان کا نام تو مشہور ہوا، لیکن ان کے اشعار عمومی طور پر زبان زد نہ ہو سکے، بلکہ بیسویں صدی کی ادبی تاریخ کا ایک حصہ محض بن کر رہ گئے۔

واضح رہے کہ یگانہ، میر کی طرح وحدت الوجود کے شاعر ہیں۔ وہ اپنے باہر خدا کو ڈھونڈنے کے قائل نہیں بلکہ ان کے نزدیک جز اور کل میں کوئی دوئی نہیں۔ یگانہ کی غزل ان کی اپنی واردات قلبی کا اظہار ہے اور اپنے تجربات کا نتیجہ و نچوڑ۔ ان کے یہاں سیاسی اور سماجی شعور کی کمی ضرور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا آرٹ قابل وقعت ہونے کے باوجود بڑا نہ بن سکا۔ تاہم یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ غزل جو اب تک حسن و عشق کی شاعری سمجھی جاتی تھی، یگانہ نے اسے زندگی کی شاعری بنا دیا اور انسان و کائنات کے رموز و اشارات کو اپنی غزلوں کا موضوع بنایا۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ یگانہ کی غزلیہ شاعری مجموعی طور پر حیات انسانی کے اسرار و رموز کی وضاحت و تشریح کرتی ہے اور زندگی سے پیار کرنے کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔ یگانہ کی شاعری کا یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ ان کی زندگی نامساعد حالات سے دوچار رہی۔ اس کے باوجود انہوں نے خود کو اور بنی نوع انسان کو قنوطیت سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ یہی توانائی اور

قوت ان کی شاعری کا اصل منبع ومحور ہے۔

یگانہ اردو غزل میں نئی اور متحیر کرنے والی آواز لے کر آئے۔ان کے کلام میں اخلاقی اور روایتی انداز سے انحراف ملتا ہے۔ان کی بہت سی غزلیں فکری وفنی لحاظ سے قابل وقعت اور لائق تحسین ہیں۔ان کے یہاں کائنات اور ہستی کے رموز سے آگہی موجود ہے۔یہ درست ہے کہ ان کے تجربات کی دنیا حسرت اور فانی کے مقابلے زیادہ وسیع نہیں،لیکن خیال کے اظہار میں ایک کاٹ اور مردانہ بانکپن بہرحال موجود ہے،جس کا رشتہ حقیقی زندگی سے قائم ہوتا ہے اور یہ صفت ان کی شاعری کی بقا کی ضمانت ہے۔

حسرت سے عزیز لکھنوی تک غزل میں جو آواز گونج رہی تھی،اس میں یگانہ کی آواز سب سے منفرد اور الگ پہچان رکھتی ہے۔اس میں تازگی،جدت اور روانی ہے۔یگانہ ہمیشہ اپنے آپ کو بھرتی کے شعر کہنے سے بچاتے رہے۔وہ بے محل شعر نہیں کہتے تھے۔تاوقتیکہ ان پر کوئی گہرا تاثر قائم نہ ہوا ہو۔ان کے مجموعۂ کلام کی قلت اس بات کا بین ثبوت ہے،اسی لیے ان کی غزلوں میں بڑی تہداری اور انفرادی خوبی کا احساس ہوتا ہے۔ان کی شاعری میں حوصلہ ایک بنیادی لحن بن کر ابھرتا ہے جو زندگی کی ہر سرد وگرم حالت میں انسان کو کائنات سے برسرپیکار ہونے کی سکت،توانائی اور صلاحیت عطا کرتا ہے۔یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ یگانہ نے اپنی شاعری کو خصوصاً غزل کو مجہولی اور افسردگی کے بجائے صحت مندی اور توانائی عطا کی۔بقول مجنوں گورکھپوری:

> ''یاس نے روایتی موضوعات اور اسالیب دونوں سے انحراف کر کے ہم کو غزل کی امکانی وسعتوں سے آگاہ کر دیا...ان کے یہاں ماضی کے بہترین عناصر پائے جاتے ہیں...یگانہ ان لوگوں میں ہیں،جن کے کلام کی رہنمائی میں غزل کی ایک نئی نسل تیار ہو سکتی ہے جو اس قابل ہو کہ زندگی کے نئے میلانات اور نئے مطالبات سے عہدہ برآ ہو سکے۔''

(آیات وجدانی،ص:۲)

صداقت تو یہ ہے کہ یگانہ نے اردو غزل میں زندگی کی جو لہر پیدا کی ہے وہ بالکل نئی ہے۔اس لہر سے جو زندگی نکلتی ہے وہ تخیلی اور تصوراتی فضا کے برخلاف زمینی ماحول اور حقیقت کے مختلف پہلوؤں کی ترجمانی کرتی ہے۔بعض ناقدین کے نزدیک یگانہ کے یہاں سماجی شعور کا کوئی واضح نظریہ نہیں ہے،لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کوئی شاعر بغیر سماجی فہم کے تخلیق کر سکتا ہے؟ تاہم اس اعتراف میں کوئی باک نہیں کہ انہوں نے شاعری کو محض دل بستگی نہیں سمجھا،بلکہ اس کو زندگی کا اعلامیہ بنا دیا۔یہ ضرور ہے کہ یگانہ کے مزاج میں ایک خودداری تھی،اس نے انہیں دنیا کے جاہ وحشم سے بے نیاز سا بنا دیا تھا۔دوسری طرف ان کے حسن وعشق کے جذبات میں بے حد رکھ رکھاؤ اور آداب تھے۔وہ مروجہ روایت کے زیر اثر حسن کو ظالم اور عشق کو مظلوم تصور نہیں کرتے تھے،بلکہ ان کے یہاں عشق کا جبر بھی ہے اور حسن کی معصومیت بھی اور دونوں صفتوں کی یکجائی سے جو تخلیقی فن پارہ وجود میں آتا ہے،وہ قاری اور سامع کو مسحور کر دیتا ہے۔

یگانہ نہ مفکر تھے نہ فلسفی،باوجود اس کے ان کی شاعری میں حیات وکائنات کے تقاضوں سے جو واقفیت اور آگہی ملتی ہے،وہ انہیں اپنے ہم عصروں میں ایک انفرادی مقام بخشتی ہے:

مبارک نام آزادی، سلامت دام آزادی
دعائیں دوں کسے یا رب،اسیر بال وپر ہو کر

فانی کی طرح یگانہ کے یہاں بھی زبان واسلوب کی ناہمواری نہیں ملتی،لیکن ان کی غزل کا آہنگ فانی سے مختلف ہے۔فکری اعتبار سے ان کے یہاں اقبال کی طرح انسان کی عظمت اور زور ملتا ہے،مگر آہنگ دونوں کا الگ ہے۔اقبال کے یہاں زندگی کا جو فلسفہ موجود ہے،یگانہ کی غزلیں اس سے مختلف ہیں۔یگانہ کے نزدیک دست سوال کرنے سے خودی کا خاتمہ ہو جاتا ہے،یہ وہ خیالات ہیں جن سے انسانی عظمت اور بڑائی مترشح ہوتی ہے اور اقدار حیات روشن ومنور ہوتی ہے۔اس لحاظ سے یہ کہنا چاہیے کہ یگانہ کی شخصیت اور فن کی افہام وتفہیم ابھی باقی ہے اس کے باوجود یگانہ اپنے کلام کی تازگی اور منفرد لب ولہجے کی وجہ سے جدید اردو غزل کی روایت میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

◆◆◆

ضروری گزارش

قلمکار حضرات سے گزارش ہے کہ ''ایوانِ اردو'' دہلی اور ''بچوں کا ماہنامہ اُمنگ'' سے متعلق اپنی تخلیقات،تبصرے اور خطوط صرف درج ذیل ای۔میل پر ہی روانہ فرمائیں۔

E-mail: aiwaneurduumangdelhi@gmail.com